اُردُوغزل میں مغربی تہذیب

مسز صائمہ علی، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، ایجوکیشن یونیورسٹی بنک روڈ کیمپس، لاہور

Abstract

Western civilization not only altered the life styles but it also paralyzed the thoughts which marked the eastern concepts of life and love,with certain observable alterations. In this study, the effects of western civilization are discussed with reference to Urdu ghazal.

ہندوستان میں انگریز تاجر کے روپ میں آئے تھے جو بتدریج حکمران بن گئے۔ فاتح تہذیب نے مفتوح کو متاثر کیا چنانچہ مغربی تہذیب یہاں کی زندگی اور انگریزی الفاظ اردو زبان میں داخل ہوئے۔مغربی تہذیب مشرقی اقدار سے بہت مختلف تھی وہاں کی مادی ترقی، آزادی اور بے باکی نے ہندوستانی ذہن کو متاثر کیا جس سے ہماری طرز فکر اور طرز زندگی میں نمایاں تبدیلی آئی۔ شاعری اپنے ماحول سے مواد لیتی ہے چنانچہ شاعری میں بھی مغربی عناصر کی عکاسی ہوئی غزل دوسری اصناف کی نسبت خارجی اثرات دیر سے قبول کرتی ہے اسی نسبت سے غزل میں مغربی عناصر کا ظہور بہت آہستہ روی سے ہوا ذیل میں ان عناصر کا جائزہ لیا گیا ہے۔

مغربی اثرات نے ہمارے طرز زندگی میں نمایاں تبدیلی پیدا کی جو زندگی کے ہر شعبے میں دیکھی جا سکتی ہے اس کا آغاز اگر گھر سے کریں تو گھر کی ترتیب بھی اس سے متاثر ہوئی پہلے گھروں کی تعمیر میں مردانہ اور زنانے حصے علیحدہ ہوتے تھے کیوں کہ پردے کا رواج بہت مضبوط تھا۔ گھر کے حصے بیٹھک دیوان خانہ، خواب گاہ، غسل خانہ، باورچی خانہ، گودام، سبزہ زار کہلاتے تھے جو اب بالترتیب ڈرائنگ روم، بیڈ روم، باتھ روم، کچن، سٹور اور لان کہلاتے ہیں۔ ان کے اردو نام روزمرہ گفتگو میں تقریباً فراموش ہو چکے ہیں یہ معاملہ مغربی ناموں کو اپنانے کا تھا لیکن مغرب سے بہت سی ایسی اشیا بھی آئیں جو پہلے یہاں نہیں تھیں مثلاً بیڈ، صوفہ، میز، کرسی مغرب سے آئے اور آج ہماری زندگی کا اہم حصہ ہیں۔ اس لیے غزل میں ان کا ذکر بہت اجنبی معلوم نہیں ہوتا ہے۔ البتہ غزل میں ان کے استعمال کے لیے بہت مہارت کی ضرورت ہے کہ جو غزل کے مزاج سے ہم آہنگ ہو سکے مغربی طرز زندگی کی غزل میں جھلک دیکھیے۔

ـ خالی پڑی ہیں بید کی بیمار کرسیاں
خاکستری سی دھوپ برستی ہے لان پر (۱) (ظفر اقبال)

ـ گلدان میں گلاب کی کلیاں مہک اٹھیں
کرسی نے اس کو دیکھ کے آغوش وا کیا (۲) (محمد علوی)

ـ بس اثاثہ ہے یہی گھر کا یہی گھر کی متاع
صوفہ اک، دو بیڈ، کتابیں اور اک شوکیس بھی (۳) (ناصر شہزاد)

ـ زندگی ایک خستہ سی دیوار ہے
بوجھ لنٹر کی چھت کا اٹھائے ہوئے (۴) (فارغ بخاری)

ـ کالج سے گھر کو لوٹ رہا ہے وہ بے وفا
اک پھول زلف ناز میں اک ہاتھ میں کتاب (۵) (مراتب اختر)

ـ زندگی سکول سے نکلی ہوئی دوشیزہ ہے
جس کے ہاتھوں میں ستاروں سے بھرا بستہ ہے (۶) (ساقی فاروقی

ـ رہتا تھا سامنے ترا چہرہ کھلا ہوا
پڑھتا تھا میں کتاب یہی ہر کلاس میں (۷) (شکیب جلالی)

مشرقی اور مغربی تہذیب میں ایک نمایاں فرق لباس کا ہے۔ انگریزوں کے زیر اثر اعلیٰ طبقے کے مردوں میں پینٹ کوٹ، ٹائی، سوٹ بوٹ کا رواج بہت پہلے ملتا ہے۔ عورتوں کے لباس میں نمایاں فرق پردے کا تھا جو مغربی اثرات سے کم ہوتا گیا۔ غزل میں انگریزی لباس کا ذکر دیکھئے۔

ـ اے شعور آدمی نہیں جاتا
بزم میں سوٹ بوٹ جاتا ہے (۸) (انور شعور)

ـ بھوری، کسی، کٹی ہوئی پتلون جین ہے (۹)
(مراتب اختر)

ـ یونہی ایک روز اس نے مجھے پھول دے دیا تھا
کئی روز تک پھرا ہوں اسے کوٹ پر سجائے (۱۰) (شہزاد احمد)

ـ سجائے پھرتا ہے وہ جس کو کوٹ پر شاہین
مرے ہی خوں کا مہکتا ہوا گلاب نہ ہو (۱۱) (جاوید شاہین)

ـ وہ زعفرانی پُل اوور اُسی پہ سجتا ہے

جو کوئی دوسرا پہنے تو دوسرا ہی لگے (۱۲) (بشیر بدر)

ے اس سے نہیں چھپے گی یہ چہرے کی مردنی
کالر پہ مری جان گل تازہ مت لگا (۱۳) (عباس تابش)

تصورِ محبوب:

مغربی اثرات کے باعث اردو غزل کے تصورِ محبوب میں بڑی تبدیلی اس کا زمینی تصور ہے۔ عجمی یا مشرقی محبوب ماورائی مخلوق محسوس ہوتا تھا جو آدمی ہے مگر اسے دیکھنے کی تاب نہیں ہوتی اگرچہ اس سے پہلے لکھنو کے تصورِ محبوب میں بھی یہ صفات ملتی ہیں جو عاشق کو آسانی سے دستیاب ہو جاتا ہے لیکن اس کی وجہ اس کا طوائف ہونا تھا جبکہ مغربی تصورِ محبوب جدید آزاد زمانے کا پروردہ ہے عاشق کو اس سے ملنے کے لیے اس کی گلی کے چکر کاٹنے اور پاسبان کی منت کرنے کی ضررت نہیں کیونکہ وہ پردے میں نہیں رہتا اس لیے اس سے ملاقات باآسانی خوشگوار ماحول میں ہوسکتی ہے مثلاً:

ے شہر کے باغ میں ہو جائے ملاقات تو پھر
کون گلیوں میں رکے کون پس چق ٹھہرے (۱۴) (اقبال ساجد)

ظفر اقبال کے ہاں اس محبوب کی جھلک دیکھیے جو ملاقات کے لیے کہیں بھی آنے کو تیار ہے۔

ے اب تو جیسے خود بھی آنا چاہتا ہے وہ ظفر
گھر، گلی، ہوٹل جہاں چاہو وہیں آجائے گا (۱۵) (ظفر اقبال)

سلیم احمد اس محبوب کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''ایسے محبوب کی سنگت میں رقابت اور جلن ہے تو اس کا ذائقہ پہلی رقابتوں سے خاصا بدلا ہوا ہے ایک تبدیلی یہ بھی ہے کہ اس سے ملاقات کے لیے مستقل کوئے رقیباں یا بالائے بام کی شرط نہیں رہی اب وہ سڑکوں پر مکانوں کے زینوں میں، پائیں باغ کے کونوں میں، بازاروں کے چوراہوں پر اور بک سٹالوں پر ملنے لگا ہے۔'' (۱۶)

مغربی تہذیب کے زیر اثر اخلاقیات کے معیار تبدیل ہوئے خصوصاً ان شعرا کے ہاں محبوب کی اخلاقیات بہت مختلف ہیں جو مغرب میں مقیم ہیں اور غزل میں اسی محبوب کی عکاسی کرتے ہیں جو مغربی معاشرے سے تعلق رکھتا ہے اس کی جھلک، ساقی فاروقی اور منصور آفاق کی غزل میں خصوصی طور پر نظر آتی ہے۔

ے اس نے ٹیلی فون کیا ہے اور کسی کے ساتھ ہے
اس کا میرا سمجھوتہ ہے کون بڑھائے بات کو (۱۷) (ساقی فاروقی)

ے وہ مری روح کی الجھن کا سبب جانتا تھا

جسم کی پیاس بجھانے پہ بھی راضی نکلا (۱۸) (ساقی فاروقی)

یہ شمپین ہے یہ کینڈل یہ بے شکن بستر
پڑا ہوا ہے ترا انتظار کمرے میں

سیکھتی تھی کوئی اُردُو رات بھر منصور سے
ایک ہوتی دو زبانیں یاد آتی ہیں مجھے (۱۹) (منصور آفاق)

ڈاکٹر جواز جعفری کے مطابق:

''اُردُو زبان کے اہل قلم نہ صرف اپنے آبائی وطنوں کے دیئے ہوئے مغربی افکار و خیالات سے متاثر ہوئے بلکہ امریکہ اور یورپ کے مختلف ممالک میں آزاد ہونے کے بعد وہ براہ راست اسی طرز احساس میں سانس لے رہے ہیں۔''(۲۰)

ان اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ محبوب افلاطونی محبت کا قائل نہیں اور بدن کو محبت کا حصہ سمجھتا ہے اور وصل کے لیے خود بھی آمادہ ہے۔مشرق میں اخلاقی پابندیوں اور معاشرتی دباؤ کے باعث وصل محبوب ایک خواب محسوس ہوتا ہے۔ اسی نسبت سے شاعر خدا سے وصل محبوب کی دعائیں کرتا ہے۔ وصل کے متعلق اس کا رویہ تخیلاتی اور تمنائی ہے یہ رویہ اس لیے ہے کہ محبوب کا حصول نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے اس لیے اس کے متعلق عاشق میں بے تابی، بے چینی تجسس اور سنسنی پائی جاتی ہے۔ کسی چیز کی طلب اتنی ہی زیادہ بڑھتی ہے جو دستیاب نہ ہو اس کے مقابلے میں مغربی محبوب ناممکن الحصول نہیں اس کے وصال کے لیے عاشق کو پاپڑ نہیں بیلنے پڑتے پھر مغرب کے آزاد ماحول میں بدن ایک فطری ضرورت تصور کیا جاتا ہے۔ وصل کے مناظر ہر طرف دیکھے جا سکتے ہیں ایسے معاشرے میں وصل محبوب اپنی اہمیت کھو دیتا ہے ذیل کا شعر دیکھیے:

مغرب ہے وہ دیار کہ بوس و کنار کیا
مٹی میں یاں وصال کا ارمان مل گیا (۲۱) (حسن نعیم)

''مغربی تہذیب سے متاثر محبوب کی وضاحت مصطفیٰ زیدی یوں کرتے ہیں''ایک بات اپنی غزل کے محبوب کے بارے میں کہتا چلوں کہ اس کا پیکر شعری ورثے میں مجھے نہیں ملا یہ پٹرول، ٹینک، کرونزی، تھرمباس ایئر پورٹ، ریولان، آکسٹن اور تعلقات عامہ کے زمانے کا محبوب نہ مغل لباس پہنتا ہے نہ ہزار چلمنوں میں رہتا ہے۔''(۲۲)

غزل کی تہذیب کا محبوب کتنی بھی منفی خصوصیات رکھتا ہو لیکن مشرقی آداب کا پاس دار تھا۔ اس سے سر راہ ملاقات ناممکن تھی لہٰذا پیغام رسانی کے لیے کبوتر یا قاصد کا وجود ضروری تھا۔ مغربی اثرات سے پیغام رسانی کا نظام محکمہ ڈاک نے لے لیا جس کا ڈاکیا مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے دلی جذبات سے آگاہ نہیں ہوتا۔ پروین شاکر مشرقی اور مغربی نامہ بر کے فرق کے متعلق لکھتی ہیں:

ے کس سے تصدیق کروں شہر کی بربادی کی
اب تو قاصد بھی نہیں ہوتے خبر کے ہمراہ (۲۳)

بشیر بدر مشرقی قاصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے ڈاکیے سے بھی اسی قسم کی توقعات رکھتے ہیں۔

ے میں پوچھا ہوں میری گلی میں وہ آئے کیوں
جس ڈاکیے کے پاس تری چھٹیاں نہ ہو (۲۴) (بشیر بدر)

جبکہ مغربی نظام میں خط کے ساتھ یہ مسئلہ بھی ہوسکتا ہے کہ

ے مجھے لکھا ہوا خط بھول کر اکثر کتابوں میں
وہ لیٹر بکس میں خالی لفافہ ڈال دیتا ہے (۲۵) (رستم نامی)

ناصر کاظمی مغربی تہذیب سے متاثر محبوب کے متعلق لکھتے ہیں:

''ہاں نئی لڑکی مرنے جینے کی تقاریب میں بالعموم نہیں جاتی اس سے ملاقات کی تقریب بس سٹینڈوں پر، کلچرل تقریبوں میں ٹولنٹن مارکیٹ میں اور سینما گھروں میں پیدا ہوتی ہے تو نقشہ تو سارا وہی ہے کبوتر نہ ہوا، ڈاکیہ ہوا، شادی کی تقریب نہ ہوئی کلچرل تقریب ہوئی لباس چست جب بھی تھا اب بھی ہے۔'' (۲۶)

ناصر قدیم اور جدید تہذیب میں اختلاف کے باوجود مماثلت کی بات کر رہے ہیں لیکن یہ پہلو اقتباس سے بھی ظاہر ہے کہ تہذیب کے مظاہر بہرحال تبدیل ہوئے ہیں۔ مغربی اثرات کے تحت محبوب کے ساتھ عاشق کے کردار میں بھی تبدیلی آئی اب وہ محبوب کو قبلہ و کعبہ نہیں جانتا ترک تعلق پر اس کی کیفیت ملاحظہ کریں۔

ے وبال جان تھا بعد از وصال قرب اس کا
بچھڑ کے خوش ہوں کہ وہ میری جان چھوڑ گیا (۲۷) (صابر ظفر)

ے ہجر اچھا ہے نہ اب اس کا وصال اچھا ہے
اس لیے اور کہیں عشق لڑا کر دیکھو (۲۸) (رئیس فروغ)

ڈاکٹر ساجد امجد مغرب سے متاثر تصور عشق کے متعلق لکھتے ہیں:

''مغربی تہذیب کے مادی اصولوں نے جس طرح زندگی کے دوسرے حصوں کو متاثر کیا ہے اسی طرح عشق بھی تبدیل ہوا ہے۔ اب کسی ماورائی عشق اور تجریدی محبوب کی گنجائش نہیں اب زندگی کی بنیادی قدر آسودگی روح نہیں آسودگی جسم ہے۔'' (۲۹)

مغربی تہذیب کے اثرات سے مجموعی طور پر ہمارے معاشرے میں پردے کی پابندی کم ہوئی۔ مخلوط تعلیم، ملازمت اور محفلوں کا رواج ہوا۔ اعلیٰ طبقات میں اسے معاشرتی طور پر قبول کیا گیا لیکن درمیانے طبقے میں اس آزادی سے بہت سے مسائل بھی پیدا ہوئے اردو غزل میں اس کشمکش کی عکاسی عمدگی سے کی گئی ہے۔ مغربی تہذیب کا ایک

اثر ہماری زندگی پر یہ پڑا ہے کہ ایک اسلامی ملک ہونے کے باوجود قومی سطح پر ہمارے ہاں عیسوی تقویم رائج ہے چونکہ کاروبارِ زندگی انہی انگریزی مہینوں کے مطابق ہوتا ہے اس لیے غزل میں بھی ان کا ذکر ملتا ہے۔

ے جنوری کی سردیوں میں ایک آتش داں کے پاس
گھنٹوں تنہا بیٹھنا بجھتے شرارے دیکھنا (۳۰) (سلیم احمد)

ے جنوری کی اک ٹھٹھرتی شب میں تنہا آدمی
جا رہا ہے جس طرف جلتی ہیں اک دو بتیاں (۳۱) (ظفر ابن متین)

ے گھر کے برآمدوں میں پڑے بدحواس ہو
اے فروری کے لمحوں کہو کیوں اداس ہو (۳۲) (ناصر شہزاد)

ے سنگتوں کی رات ہے مہکی ہوئی اپریل ہے
اب جہاں میں ہوں وہ اقلیم طرب کی ذیل ہے (۳۳) (مراتب اختر)

ے اس موم کی مورت سے ہوا جب مرا ملنا
موسم تھا وہ گرمی کا مہینہ تھا مئی کا (۳۴) (قتیل شفائی)

ے گرنے لگی اڈ کے گھٹا مون سون کی
رت پھر پلٹ کے آ گئی پربت پہ جون کی (۳۵) (ناصر شہزاد)

ے تو جون کی گرمی سے نہ گھبرا کہ جہاں میں
یہ لو تو ہمیشہ نہ رہی ہے نہ رہے گی (۳۶) (شریف کنجاہی)

ے اور کچھ روز ہے جھیلوں پہ سلگتی ہوئی ریت
سبز منظر بھی جولائی میں دکھائی دیں گے (۳۷) (راحت اندوری)

ے اسے خبر ہی نہیں ہے کہ اس کے وعدے پر
گئے اگست کو کس طرح میں نے جون کیا (۳۸) (اختر شمار)

ے گھر کے در کو بند رکھو دور تک میدان میں
خاک اڑاتی پھر رہی ہے پھر ستمبر کی ہوا (۳۹) (منیر نیازی)

ے تمہاری یاد کی پروا چلی ہے
ستمبر کا مہینہ آ گیا ہے (۴۰) (خالد شریف)

شاعری میں سب سے زیادہ ذکر دسمبر کے مہینے کا ہوتا ہے یہ سال کا آخری مہینہ ہوتا ہے اس لیے محبوب سے ملاقات کا ذکر بڑے رومانی انداز میں ملتا ہے۔ اگر چہ سال کا اختتام سالِ نو کی نوید بھی لاتا ہے لیکن

شاعری میں اسے جدائی، وعدہ پورا نہ کرنے، انتظار کے حوالے سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ پھر دسمبر کی شدید سردی میں تنہائی اور اداسی کا بیان بھی ملتا ہے۔غزل میں دسمبر کا ذکر دیکھیے:

ے ارادہ تھا جی لوں گا تجھ سے بچھڑ کر
گزرتا نہیں اک دسمبر اکیلے (۴۱) (غلام محمد قاصر)

ے کیا رات تھی وہ پچھلے دسمبر کی دوستو
جب چودھویں کا چاند گداگر لگا مجھے (۴۲) (ثروت حسین)

ے الاؤ بن کے دسمبر کی سرد راتوں میں
ترا خیال مرے طاقچوں میں رہتا ہے (۴۳) (نوشی گیلانی)

ے موسم ترے ملنے کا ابھی تک نہیں آیا
دن باقی دسمبر میں مری جان بہت ہیں (۴۴) (حسن رضوی)

ے جھلس گیا تھا دسمبر کی رات میں منصور
وہ سرسراتی ہوئی آگ تیرے کمبل کی (۴۵) (منصور آفاق)

ے آتے ہیں گرما گرم خیال دسمبر میں
یہ ٹھنڈا ٹھار مہینہ بہت ضروری ہے (۴۶) (قتیل شفائی)

ے ذرا سی دیر دسمبر کی دھوپ میں بیٹھیں
یہ فرصتیں ہمیں شاید نہ اگلے سال ملیں (۴۷) (خالد شریف)

ے ختم ہوئی ڈائری گرتے ہوئے پتے ریاض
آ گیا ماہ دسمبر، سال بوڑھا ہو گیا (۴۸) (ریاض مجید)

مغرب میں مہینوں کے حساب کے لیے کیلنڈر استعمال کیا جاتا ہے جو بظاہر ایک غیر شاعرانہ سی چیز ہے لیکن غزل میں کیلنڈر کو وقت کے استعارے کے طور پر خوب صورتی سے بیان کیا گیا ہے اس کے ساتھ ہر سال اس کی تبدیلی کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ظفر اقبال نے اس تبدیلی کو انسانی زندگی سے ملا کر بہت خوبصوت مضمون پیدا کیا ہے۔

ے چہرے سے جھاڑ پچھلے برس کی کدُورتیں
دیوار سے پرانا کیلنڈر اتار دے (۴۹) (ظفر اقبال)

ے ملے اس سے زمانہ ہو گیا ہے
کیلنڈر بھی پرانا ہو گیا ہے (۵۰) (ضیا اکرام)

ے سورج کے ڈوبنے پہ نہ حیراں ہوئے کبھی
اب سوچتے ہیں کتنے کیلنڈر بدل گئے (۵۱) (ناصر بشیر)

ے نیا سال دیوار پر ٹانک دے
پرانے برس کا کلنڈر گرا (۵۲) (محمد علوی)

البم انگریزی زبان کا لفظ ہے جس میں تصویروں کو مومی کاغذ یا پلاسٹک کے ذریعے محفوظ کیا جاتا ہے۔ کلاسیکی شاعری میں ''تصویر بتاں'' کا ذکر ملتا ہے جو کسی مخصوص شخص یعنی محبوب کی ہوتی ہے جبکہ البم میں بہت سی تصویریں ہوتی ہیں جن سے یادوں کی بارات چلی آتی ہے اس حوالے سے غزل میں البم کا لفظ ماضی کی بازیافت کا وسیلہ بھی نظر آتا ہے مثلاً:

ے خالی وقت میں البم دیکھیں خوش ہولیں تصویروں سے
کیا کیا یادیں وابستہ ہیں ماضی کی زنجیروں سے (۵۳) (احمد شمیم)

ے تتلیاں یاد کے البم میں چھپی بیٹھی تھیں
لمس پا کر کوئی پہلو میں اتر آئے تو (۵۴) (سلیم شہزاد)

ے مری تصویریں جو اس دنیا کے البم میں نہیں
مجھ کو اپنے گاؤں کے کچے مکانوں میں ملیں (۵۵) (ضمیر جعفری)

ے پھر پرانی البمیں چھونے کی بھی فرصت کہاں
کر رہے ہیں جمع یادوں کے ذخائر کس لیے (۵۶) (ریاض مجید)

ے دل کے ورق پر قوس قزح کے رنگ سبھی برساتے جاؤ
آؤ اس البم میں تم بھی اک تتلی چپکاتے جاؤ (۵۷) (شہناز نبی)

مغربی طرز زندگی کی ایک اور چیز ''فٹ پاتھ'' ہے جو سڑک کے ساتھ پیدل چلنے والوں کی روش ہوتی ہے۔ اس غیر شاعرانہ موضوع کا غزل میں بیان دیکھئے۔

ے کچلے گئے جب بھی سر اٹھایا
فٹ پاتھ کی ایسی گھاس تھے ہم (۵۸) (پروین شاکر)

ے چُپ آنکھوں میں آس پڑی رہ جاتی ہے
فٹ پاتھوں پہ گھاس پڑی رہ جاتی ہے (۵۹) (اسلم کولسری)

ے رات فٹ پاتھ پہ دن بھر کی تھکن کام آئی
اس کو بستر بھی کیا سر پہ بھی تانے رکھا (۶۰) (اقبال ساجد)

؎ مجھے فٹ پاتھ جنت لگ رہا ہے
کہ اس سے ماں کی خوشبو آ رہی ہے (۶۱) (ارشد جاوید)

؎ فٹ پاتھ پہ سونے کی نہیں جب سے اجازت
اس شہر میں اب کوئی بھی بے گھر نہیں لگتا (۶۲) (بیدل حیدری)

؎ گھر سے فٹ پاتھ پر پہنچتے ہی
یار دیدار عام تک پہنچا (۶۳) (ناصر شہزاد)

مغربی تہذیب کا ایک اور اظہار ڈائری کی صورت میں بھی ملتا ہے اگرچہ مشرق میں روزنامچہ لکھنے کی روایت ملتی ہے لیکن یہ مخصوص لوگ لکھتے تھے۔ جبکہ ڈائری عام لوگ بھی لکھتے ہیں۔ اس میں عیسوی مہینوں کے حساب سے روزانہ یادداشت لکھنے کے لیے تاریخ وار صفحات ہوتے ہیں، جس میں لکھنے والا اپنے خیالات قلم بند کرتا ہے۔ غزل میں ڈائری کا ذکر مختلف حوالوں سے ملتا ہے جن میں یادِ محبوب بھی ہے اور یادِ ماضی بھی۔

؎ غمِ فراق چمن ڈائری نہیں لکھتا
کسے ہیں یاد اسیری کے سال و سن صیاد (۶۴) (فراق گورکھپوری)

؎ سفید صفحہ ہوں زنداں کی ڈائری کا ریاض
اداس دن ہوں کسی قید کے مہینے کا (۶۵) (ریاض مجید)

؎ لکھ اپنی ڈائری میں کبھی میرا نام بھی
ان رنگ رنگ لفظوں میں اک سادہ نام بھی (۶۶) (محمود شام)

؎ کہیں خون دل سے لکھا تو تھا، ترے سال ہجر کا سانحہ
وہ ادھوری ڈائری کھو گئی، وہ نجانے کون سا سال تھا (۶۷) (اعتبار ساجد)

؎ ختم ہوئی ڈائری گرتے ہوئے پتے ریاضؔ
آ گیا ماہ دسمبر سال بوڑھا ہو گیا (۶۸) (ریاض مجید)

تحریری یادداشت کی ایک اور شکل آٹو گراف بک ہے جس میں مشہور لوگوں کے خودنوشت پیغامات اور دستخط لیے جاتے ہیں یہ ان سے محبت اور عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ اردو غزل میں اس کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔

؎ خالی خالی کتاب آٹو گراف
ہر سو قحط الرجال ہو جیسے (۶۹) (جواز جعفری)

؎ جو شعر رتجگوں کا لہو چاٹ کر ہوئے

لگتے ہیں اب مجھے ترے آٹو گراف سے (۷۰) (مرتب اختر)

اردو غزل مشرقی تہذیب کی پروردہ ہے اسی نسبت سے اس میں مشرقی مشاہیر کا ذکر ملتا ہے جو افسانوی بھی ہیں اور حقیقی بھی۔ ان کا تعلق عرب، ایران، ہندوستان، پاکستان سے ہے جو الگ ملک وتہذیب ہونے کے باوجود مشرقی ہیں۔ مغربی تہذیب کے زیر اثر غزل میں مغربی مشاہیر کا مختصر ذکر بھی ملتا ہے۔ یہ ذکر مخصوص واقعات کے تناظر میں ہے اس میں عقیدت محبت اور اپنائیت کا رنگ کم ملتا ہے۔ کیٹس انگریزی زبان کا جواں مرگ شاعر تھا جو فقط چھبیس سال کی عمر میں اس دنیا سے چلا گیا۔ غزل میں اس کا ذکر دیکھیے:

ے کیٹس کی قبر پہ پہنچا تو آنکھ بھر آئی
اس جواں مرگ سے جیسے تھی شناسائی بہت (۷۱) (احمد فراز)

ے شہرت سمیٹ لی ہے بہت کیٹس کی طرح
اب ہم کو بھی جوانی میں مر جانا چاہیے (۷۲) (حسن عباسی)

مختلف مغربی کرداروں کا ذکر دیکھیے:

ے مجھے ہلاک کیا اعتماد نے میرے
کہ میکبتھ تھے سبھی میرے میزبانوں میں (۷۳) (احمد فراز)

ے پہلے یہ منظر پڑھا تھا صرف اب دیکھا بھی ہے
بانسری بجتی رہی جلتے رہے نیرو کے گھر (۷۴) (پروین شاکر)

ے جس سے لالہ پیرہن ہے گوئٹے کی سرزمیں
کیوں مرے گھر کی منڈیروں پر وہ رنگ آیا نہیں (۷۵) (ضمیر جعفری)

ے چہار سمت غموں کا مہیب صحرا تھا
میں ٹارزن کی طرح جس کے بیچ رہتا تھا (۷۵) (مظفر حنفی)

سقراط یونان کا عظیم فلسفی اور مصلح تھا۔ اس نے جامد اور فرسودہ نظریات کے خلاف آواز اٹھائی اور اعلیٰ اخلاق اقدار کی تبلیغ کی اس کے خیالات ملک کے مقتدر طبقے کو پسند نہیں آئے انہوں نے اس پر مقدمہ چلایا اور موت کی سزا دی ارسطو نے معافی مانگنے سے انکار کیا اور زہر کا پیالہ پی لیا چنانچہ سقراط کا نام سچائی، نیکی، استقامت، باطل کے آگے نہ جھکنے اور حق کی خاطر موت کو گلے لگانے کا استعارہ ہے۔ اُردو غزل میں سقراط کا ذکر ان خصوصیات کے تناظر میں کیا گیا ہے۔

ے نئے انسان سے تعارف ہوا تو وہ بولا
میں ہوں سقراط مجھے زہر پلایا جائے (۷۷) (احمد ندیم قاسمی)

ے سقراط تہ خاک یہی سوچ رہا ہے
اب زہر فقط پیاس بجھانے کے لیے ہے (۷۸) (شمیم حنفی)

ے سقراط سے انسان ابھی ہیں کہ نہیں ہیں
تھوڑا سا کسی جام میں بِس گھول کے دیکھو (۷۹) (رام ریاض)

ے اس دور کا سقراط ہوں سچ بول رہا ہوں
کیا دیر ہے کیوں چپ ہو مجھے زہر پلا دو (۸۰) (جلیل عالی)

غزل میں مشرقی شہروں اور ملکوں کا ذکر ان کی مختلف خصوصیات کے حوالے سے ملتا ہے لیکن مغربی تہذیب کے زیر اثر مغربی شہروں کا ذکر بھی ملتا ہے جن میں مشرقی اور مغربی شہروں کے تقابل کا رجحان نمایاں ہے۔

ے روم کا حسن بہت دامن دل کھینچتا تھا
اے مری خاک پشاور تری یاد آئی بہت (۸۱) (احمد فراز)

ے ہم کو یورپ میں کراچی کی فضا یاد رہی
وہی گرمی وہی مرطوب ہوا یاد رہی

ے سحر برلن سے ہی پوچھو تو گواہی مل جائے
وہی سرمستی لاہور سدا یاد رہی (۸۲) (جمیل الدین عالی)

کبھی مغربی شہر کا تقابل کسی شہر سے نہیں بلکہ کس شخص سے کیا جاتا ہے جو بیشتر محبوب ہوتا ہے مثلاً:

ے ساحل ٹیمز پہ سنگم کا صنم یاد رہا
ہم کو لندن میں ترا دیدہ تر یاد رہا (۸۳) (مصطفیٰ زیدی)

ے آج شہر لندن میں معرکے کی صورت تھی
اک طرف تمہاری یاد اک طرف صنم خانے (۸۴) (مصطفیٰ زیدی)

اس کے متعلق شعر دیکھئے: بعض اشعار میں نام لیے بغیر بھی شہروں کا تقابل کیا گیا ہے۔ باصر کاظمی طویل عرصے سے برطانیہ میں مقیم ہیں ان کے ہاں نام لیے بغیر مغرب اور مشرق شہر کا تقابل دیکھئے۔ مغرب کے لیے شہر اور مشرق کے لیے بستی کا لفظ استعمال کرنے کے باوجود مشرق کی برتری دکھائی ہے۔

ے یہ شہر تمہارا مری بستی کے مقابل
اچھا ہے مگر صرف عمارات کی حد تک (۸۵)

اس رجحان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے غزل گو مغرب کی ترقی اور خوب صورتی تسلیم کرنے کے

باوجود فوقیت اپنی مٹی کو ہی دیتے ہیں۔ وینس شہر کی خصوصیت یہ ہے کہ دریا شہر کے درمیان بہتا ہے۔ عمارتوں کے بیچ پانی میں خوب صورت لمبی کشتی میں ملاح مقامی گیت گاتا ہے اور سیر کرنے والے افراد گیت، حسین مناظر اور رومانوی فضا کا مزہ لیتے ہیں۔ غزل میں وینس کا ذکر دیکھئے:

ے میں بھی پھرا ہوں کشتی عمر رواں لیے
وینس کا سارا شہر کھلے پانیوں میں تھا (۸۶) (احمد فراز)

مذہب:

عیسائی مذہب کی بنیاد حضرت عیسیٰؑ کی ذات اور تعلیمات ہیں۔ عیسائیت سے قطع نظر بطور ایک پیغمبر حضرت عیسیٰ کا ذکر قرآن اور اسلامی تاریخ میں بھی ملتا ہے۔ جس کے مطابق ان کی ذات سے کئی معجزے وابستہ ہیں مثلاً بغیر باپ کے پیدا ہونا، بیماروں کو شفایاب کرنا، مردوں کو زندہ کرنا، آسمانوں پر زندہ اٹھا لیا جانا، قیامت سے پہلے دوبارہ ظہور کرنا، دجال کا قتل کرنا وغیرہ۔ اس حوالے سے اردو شاعری میں ان کے متعلق تلمیحات بھی ملتی ہیں مثلاً دم عیسیٰ، مسیحا، مسیحائی لیکن انکا منبع اسلامی فکر ہے اس لیے انہیں مغربی اثر نہیں کہا جا سکتا۔ مغربی اثرات کے تحت عیسائیت کے متعلقات مثلاً گرجا، صلیب، انجیل کا ذکر ملتا ہے جس طرح اسلام اور ہندومت کے حوالے سے مسجد اور مندر کا ذکر ملتا ہے۔ مغربی فکر کے زیر اثر حضرت عیسیٰ کے معجزات سے زیادہ ان کی قربانی اور صلیب کو سچائی کی علامت کے طور پر بیان کرنے کا رجحان ملتا ہے۔

ے وہ دن بھی آئے صلیب گر بھی صلیب پر ہوں
یہ شہر اک روز پھر سے یوم حساب دیکھیے (۸۷) (احمد فراز)

ے کل صلیب گر جو تھا، کل صلیب پر جو تھا
آج نام لیوا ہیں لوگ جا بجا کس کے؟ (۸۸) (احمد فراز)

ے جتنا قریب لایا گیا میں صلیب کے
جو کچھ کہا زباں سے وہ انجیل ہو گیا (۸۹) (مرتضیٰ برلاس)

ے صلیب درد سے آ کر کہیں اتار مجھے
میں مر رہا ہوں مری زندگی پکار مجھے (۹۰) (جمشید مسرور)

ے دونوں ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے بھاری پتھر
مارنے آئے ہیں عیسیٰ کو حواری پتھر (۹۱) (جعفر طاہر)

ے میں اس کو پڑھتا تھا انجیل آرزو کی طرح
سمجھ میں آئے تو معنی ہر اک بیاں نہ کرو (۹۲) (محسن احسان)

؎ انجیل سامنے تھی خدا سامنے نہ تھا
اس نے کتاب زیست مجھے اس طرح پڑھائی
رنگت گلاب سی تھی کفن سا لباس تھا
جس راہبہ سے ہم کو مہک زندگی کی آئی (۹۳) (صابر ظفر)

؎ انجیل رفتگاں کی حدیثوں کے ساتھ ہوں
عیسیٰ نفس ہوں اور صلیبوں کے ساتھ ہوں (۹۴) (نصیر ترابی)

حضرت مریم کنواری ماں تھیں اس لیے لوگوں نے حضرت عیسیٰ کی پیدائش پر شک کا اظہار کیا تھا انجیل اور قرآن مجید میں حضرت مریم کی پاکیزگی کا ذکر ملتا ہے چنانچہ غزل میں بھی حضرت مریم کا ذکر ان کی پاکیزگی اور تقدس کے حوالے سے ملتا ہے۔

؎ ذکر اس غیرت مریم کا جب آتا ہے فراز
گھنٹیاں بجتی ہیں لفظوں کے کلیساؤں میں (۹۵) (فراز)

مغربی تہذیب میں مذہب ثانوی اہمیت رکھتا ہے۔ وہاں مرد و زن کے آزادانہ میل جول، جسمانی تعلق، کم لباسی، شراب نوشی، رقص و سرود کو معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ یہ فضا وہاں مقیم تارکین وطن کو متاثر کرتی ہے جن میں مسلمان اور پاکستانی بھی شامل ہیں۔ اس روش کی قبولیت یا گریز ان کے لیے بالترتیب مذہبی اور معاشرتی دباؤ پیدا کرتے ہیں۔ اُردو غزل میں اس آزاد معاشرے کی عکاسی ملتی ہے جو اسلامی فکر سے متصادم ہے۔ اس معاملے میں اس طبقے میں بہت تضاد پایا جاتا ہے جو اس فضا کے بیشتر عناصر کو آسانی سے اپنا لیتے ہیں لیکن مخصوص معاملات میں اسلامی ممنوعات کے قائل ہوتے ہیں مثلاً مذہب کا رسمی اظہار، پیدائش اور موت کی رسومات، حلال گوشت کی پابندی وغیرہ جبکہ معاشی یا اخلاقی معاملات میں مغربی معیارات کی پیروی عام ملتی ہے۔ غالب نے اسی بنا پر خود کو آدھا مسلمان کہا تھا کہ ''شراب پیتا ہوں سؤر نہیں کھاتا۔'' (۹۶) اسی قسم کی کیفیت مغرب زدہ مسلمانوں کی بھی ہے۔ جو جیب میں حرام مال لے کر حلال گوشت کی دکان ڈھونڈتے ہیں۔ ساقی فاروقی نے اس صورت حال کا بیان کیا ہے:

؎ اسکاچ پلاؤ تو حلال ان کو کھلاؤ
بیوی نے سموسوں میں مسلمان بھرے ہیں (۹۷) (نصیر ترابی)

مغرب کے بے باک اور آزاد ماحول میں مذہب کو ثانوی اہمیت حاصل ہے۔ درج ذیل شعر میں اس کا بیان طنز لطیف کے ساتھ کیا ہے خصوصاً مغرب کی بے باک ناچنے والیوں کے لیے ہندو مذہب کے مقدس رقص اور دیویوں کے لفظ کا استعمال اس تضاد کو ابھارتا ہے۔

؎ کھلی تھی ایک ویراں چرچ کی گھمبیر تا رب میں
مگر دو ہاتھ پیچھے دیویوں کا رقص تھا پب میں (منصور آفاق)

عیسائی مذہب کے بڑے تہوار کرسمس اور ایسٹر ہیں کرسمس حضرت عیسیٰ کی پیدائش اور ایسٹر ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ یہ تہوار مغرب میں مذہبی جوش وخروش سے منائے جاتے ہیں۔ کرسمس کے ساتھ برف باری کا تصور وابستہ ہے غزل میں اس کا ذکر دیکھئے۔

؎ منصور کیا سفید کرسمس کی رات ہے
تارے مچل رہے ہیں زمیں کے وصال پر (۹۸) (منصور آفاق)

؎ اُس نے بھی ایسٹر نہ منایا سکوں کے ساتھ
میں نے بھی ایک عمر سے دھونی نہیں رمائی (۹۹) (صابر ظفر)

مجموعی طور پر دیکھیں تو غزل میں اسلام، ہندومت اور بدھ مت کے مقابلے میں عیسائی مذہب کے متعلقات کا بیان کم ملتا ہے جس کی بڑی وجہ مغرب میں مذہب کی ثانوی اہمیت اور غزل گوؤں کا مغرب سے کم تعلق ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ ظفر اقبال، کلیات اب تک، جلد دوم، (لاہور ملٹی میڈیا افیئرز، ۲۰۰۵ء)
۲۔ محمد علوی، www@rekhta.com
۳۔ ناصر شہزاد، بن باس، (لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء)
۴۔ فارغ بخاری، غزلیہ، (لاہور، خالد اکیڈمی، ۱۹۸۳ء)
۵۔ مراتب اختر، جنگل سے پرے سورج، (اوکاڑہ، ادارہ صوت ہادی، ۲۰۰۷ء)
۶۔ ساقی فاروقی، کلیات، زندہ سچا پانی، (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء)
۷۔ شکیب جلالی، کلیات شکیب جلالی، (لاہور، سنگ میل، ۲۰۰۴ء)
۸۔ انور شعور، می رقصم، (لاہور، ماورا پبلشرز، ۲۰۰۹ء)
۹۔ مراتب اختر ’ جنگل سے پرے سورج ‘، (اوکاڑہ، ادارہ صوت ہادی، ۲۰۰۷ء)
۱۰۔ شہزاد احمد، فنون غزل نمبر جلد دوم، ۱۹۶۹ء
۱۱۔ جاوید شاہین، فنون غزل نمبر جلد دوم، ۱۹۶۹ء
۱۲۔ بشیر بدر، کلیات بشیر بدر، (لاہور، حق پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء)
۱۳۔ عباس تابش، کلیات، عشق آباد، (لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء)
۱۴۔ اقبال ساجد، کلیات، اثاثہ، (لاہور، جنگ پبلشرز، ۱۹۹۰ء)

۱۵۔ ظفر اقبال، کلیات، اب تک، جلد دوم، (لاہور، ملٹی میڈیا افیئرز، ۲۰۰۵ء)
۱۶۔ سلیم احمد، مضمون، جدید غزل، مشمولہ فنون غزل نمبر جلد اوّل، ۱۹۶۹ء، ص ۴۲
۱۷۔ ساقی فاروقی، کلیات، زندہ سچا پانی، (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء)
۱۸۔ ایضاً
۱۹۔ منصور آفاق، نیند کی نوٹ بک، (لاہور، اساطیر، ۲۰۰۴ء)
۲۰۔ ڈاکٹر جواز جعفری، ''اردو ادب امریکہ اور یورپ میں''، (لاہور، مکتبہ عالیہ، ۲۰۱۰ء)، ص ۳۷۴
۲۱۔ حسن نعیم، فنون غزل نمبر جلد دوم، ۱۹۶۹ء
۲۲۔ مصطفیٰ زیدی، ابتدائیہ، کوہ ندا، (لاہور، ماورا پبلشرز، س۔ن)، ص ۱۵
۲۳۔ پروین شاکر، کلیات ماہ تمام، (اسلام آباد، مراد پبلی کیشنز)
۲۴۔ بشیر بدر، کلیات بشیر بدر، (لاہور، حق پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء)
۲۵۔ رستم نامی، بیسیویں صدی کی اُردو شاعری، (لاہور، بک ہوم، ۲۰۰۳ء)
۲۶۔ ناصر کاظمی، مضمون ''میر کے زمانے کی عورت'' مشمولہ خشک چشمے کے کنارے، (لاہور، مکتبہ خیال، ۱۹۸۲ء)، ص ۵۱
۲۷۔ صابر ظفر، کلیات 1 مذہب عشق، (کراچی، رنگ ادب، ۲۰۱۳ء)
۲۸۔ رئیس فروغ، بیسویں صدی کی اُردو شاعری، (لاہور، بک ہوم، ۲۰۰۳ء)
۲۹۔ ڈاکٹر ساجد امجد، اُردو شاعری پر برصغیر کے تہذیبی اثرات، (کراچی، غضنفر اکیڈمی، ۱۹۸۹ء)، ص ۳۲۹
۳۰۔ سلیم احمد، کلیات سلیم احمد، (اسلام آباد، الحمرا پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۳ء)
۳۱۔ ظفر ابن متین، قلم اور روشنی، (کراچی، زین پبلشرز، ۱۹۸۱ء)
۳۲۔ ناصر شہزاد، پکارتی رہی بنسی، (لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء)
۳۳۔ مراتب اختر، جنگل سے پرے سورج، (اوکاڑہ، ادارہ صورت ہادی، ۲۰۰۷ء)
۳۴۔ قتیل شفائی، کلیات، رنگ، خوشبو، روشنی، (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء)
۳۵۔ ناصر شہزاد، پکارتی رہی بنسی، (لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء)
۳۶۔ شریف کنجاہی، فنون غزل نمبر جلد دوم، ۱۹۶۹ء
۳۷۔ راحت اندوری، www@rekhta.com
۳۸۔ اختر شمار، دھیان، (لاہور، ملٹی میڈیا افیئرز، ۲۰۰۹ء)
۳۹۔ منیر نیازی، کلیات منیر نیازی، (لاہور، ماورا پبلشرز، ۱۹۸۶ء)

۴۰۔ خالد شریف، نارسائی، (لاہور، ماورا پبلشرز، س۔ن)

۴۱۔ غلام محمد قاصر، آٹھواں آسمان بھی نیلا ہے، (لاہور، فطرت پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء)

۴۲۔ ثروت حسین، خاکدان، (اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء)

۴۳۔ نوشی گیلانی، محبتیں جب شمار کرنا، (لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء)

۴۴۔ حسن رضوی، کبھی کتابوں میں پھول رکھنا، (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء)

۴۵۔ منصور آفاق، نیند کی نوٹ بُک، (لاہور، اساطیر، ۲۰۰۴ء)

۴۶۔ قتیل شفائی، رنگ، خوشبو، روشنی، (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز)

۴۷۔ خالد شریف، رُت ہی بدل گئی، (لاہور، ماورا پبلشرز، س۔ن)

۴۸۔ ریاض مجید، ڈوبتے بدن کا ہاتھ، (فیصل آباد، قرطاس، ۱۹۷۴ء)

۴۹۔ ظفر اقبال، کلیات، اب تک، جلد دوم، (لاہور، ملٹی میڈیا افیئرز، ۲۰۰۵ء)

۵۰۔ ضیاء اکرام، بیسویں صدی کی اُردو شاعری، (لاہور، بک ہوم، ۲۰۰۳ء)

۵۱۔ ناصر بشیر، بیسویں صدی کی اُردو شاعری، (لاہور، بک ہوم، ۲۰۰۳ء)

۵۲۔ محمد علوی، www.rekhta.com

۵۳۔ احمد شمیم، کلیات، کبھی ہم خوب صورت تھے، (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء)

۵۴۔ سلیم شہزاد، بیسویں صدی کی اردو شاعری، (لاہور، بک ہوم، ۲۰۰۳ء)

۵۵۔ ضمیر جعفری، من مندری، (اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز)

۵۶۔ ریاض مجید، ڈوبتے بدن کا ہاتھ، (فیصل آباد، قرطاس، ۱۹۷۴ء)

۵۷۔ شہناز نبی، جدید غزل، (لاہور، دارالشعور، ۲۰۱۵ء)

۵۸۔ پروین شاکر، کلیات ماہ تمام، (اسلام آباد، مراد پبلی کیشنز، س۔ن)

۵۹۔ اسلم کولسری، کومل، (لاہور، القمر انٹرپرائزز، ۲۰۰۷ء)

۶۰۔ اقبال ساجد، اثاثہ، (لاہور، جنگ پبلشرز، ۱۹۹۰ء)

۶۱۔ ارشد جاوید، ماہنامہ ''اُردو دنیا'' (دہلی جولائی، ۲۰۱۴ء)

۶۲۔ بیدل حیدری، پشت پہ گھر، (لاہور، کاروان ادب، ۲۰۰۹ء)

۶۳۔ ناصر شہزاد، پکارتی رہی بنسی، (لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء)

۶۴۔ فراق گورکھپوری، کلیات فراق، (جہلم، بک کارنر، ۲۰۱۴ء)

۶۵۔ ریاض مجید، ڈوبتے بدن کا ہاتھ، (فیصل آباد، قرطاس، ۱۹۷۴ء)

۶۶۔ محمود شام، قربانیوں کا موسم، (لاہور، جنگ پبلشرز، ۱۹۹۱ء)

۶۷۔ اعتبار ساجد، یہ موسم یونہی بیت گیا، (لاہور، علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۳ء)

۶۸۔ ریاض مجید، پاکستانی ادب شاعری، (اسلام آباد، اکادمی ادبیات)

۶۹۔ جواز جعفری، موت کا ہاتھ کلائی پر ہے، (لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۰۵ء)

۷۰۔ مراتب اختر، جنگل سے پرے سورج، (اوکاڑہ، ادارہ صوت ہادی، ۲۰۰۷ء)

۷۱۔ احمد فراز، کلیات، شہر سخن آراستہ ہے، (اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء)

۷۲۔ حسن عباسی، خواب عذاب ہوئے، (راولپنڈی، ظہیر ایسوسی ایٹس، ۱۹۸۵ء)

۷۳۔ احمد فراز، کلیات، شہر سخن آراستہ ہے، (اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء)

۷۴۔ پروین شاکر، کلیات ماہ تمام، (اسلام آباد، مراد پبلی کیشنز)

۷۵۔ ضمیر جعفری، من مندری، (اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء)

۷۶۔ مظفر حنفی، www.rekhta@com

۷۷۔ احمد ندیم قاسمی، ندیم کی غزلیں، (لاہور، سنگ میل، ۲۰۰۶ء)

۷۸۔ شمیم حنفی، www.rekhta.com

۷۹۔ رام ریاض، پیڑ اور پتے، (جھنگ، جھنگ ادبی اکادمی)

۸۰۔ جلیل عالی، بیسویں صدی کی اُردو شاعری، (لاہور، بک ہوم، ۲۰۱۳ء)

۸۱۔ احمد فراز، کلیات، شہر سخن آراستہ ہے، (اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء)

۸۲۔ جمیل الدین عالی، لا حاصل، (لاہور، پاکستان رائٹرز، کوآپریٹو سوسائٹی، ۱۹۹۵ء)

۸۳۔ مصطفیٰ زیدی، کلیات مصطفی زیدی، (لاہور، ماورا پبلشرز، س۔ن)

۸۴۔ ایضاً

۸۵۔ باصر کاظمی، کلیات، شجر ہونے تک، (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)

۸۶۔ احمد فراز، کلیات، شہر سخن آراستہ ہے، (اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء)

۸۷۔ ایضاً

۸۸۔ ایضاً

۸۹۔ مرتضیٰ برلاس، گرہ نیم باز، (لاہور، العصر پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء)

۹۰۔ جمشید مسرور، شاخ منظر، (لاہور، اوسلو، ایشین آرٹس کونسل، ۱۹۸۹ء)

۹۱۔ جعفر طاہر، غزلیات جعفر طاہر، (فیصل آباد، مثال پبلشرز، ۲۰۰۸ء)

۹۲۔ احمد فراز، شہر سخن آراستہ ہے، (اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء)

۹۳۔ محسن احسان، فنون غزل نمبر جلد دوم، ۱۹۶۹

۹۴۔ صابرظفر، کلیات 1، مذہب عشق، (کراچی، رنگ ادب،۲۰۱۳ء)

۹۵۔ نصیرترابی،فنون غزل نمبر جلد دوم، ۱۹۶۹ء

۹۶۔ الطاف حسین حالی، یادگار غالب، (لاہور،خزینہ علم وادب،۲۰۰۲ء)،ص۴۲

۹۷۔ ساقی فاروقی، کلیات، زندہ سچا پانی، (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۹۲ء)

۹۸۔ منصورآفاق، نیند کی نوٹ بُک، (لاہور، اساطیر،۲۰۰۴ء)

۹۹۔ صابرظفر، کلیات 1مذہب عشق، (کراچی، رنگ ادب،۲۰۱۳ء)

مآخذ:

۱۔ بدر، بشیر، کلیات بشیر بدر، لاہور: حق پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء۔

۲۔ حسین حالی، الطاف، یادگار غالب، لاہور: خزینہ علم وادب،۲۰۰۲ء۔

۳۔ حیدری، بیدل، پشت پہ گھر، لاہور: کاروان ادب، ۲۰۰۹ء۔

۴۔ ساجد، اعتبار، یہ موسم یونہی بیت گیا، لاہور: علم وعرفان پبلشرز،۲۰۰۳ء۔

۵۔ ساجد، اقبال، اثاثہ، لاہور: جنگ پبلشرز،۱۹۹۰ء۔

۶۔ ساجد، اقبال، کلیات، اثاثہ، لاہور: جنگ پبلشرز،۱۹۹۰ء۔

۷۔ شاکر، پروین، کلیات ماہ تمام، اسلام آباد: مراد پبلی کیشنز،س۔ن۔

۸۔ شعور، انور، مِی رقصم، لاہور: ماورا پبلشرز، ۲۰۰۹ء۔

۹۔ شمار، اختر، دھیان، لاہور: ملٹی میڈیا افیئرز، ۲۰۰۹ء۔

۱۰۔ شمیم، احمد، کلیات، کبھی ہم خوب صورت تھے، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز،۲۰۱۳ء۔

۱۱۔ فراز، احمد، کلیات، شہر سخن آراستہ ہے، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،۲۰۰۴ء۔

۱۲۔ کاظمی، ناصر، کلیات، شجر ہونے تک، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء۔

۱۳۔ کولسری، اسلم، کومل، لاہور: القمر انٹرپرائز، ۲۰۰۷ء۔

۱۴۔ ندیم قاسمی، احمد، ندیم کی غزلیں، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء۔

☆☆☆